مسجد الرشاد بارہمولہ میں پڑھا جانے والا فتوی کئی اعتبار سے مشکوک اور محل نظر ہے

فتوی دینے کے کچھ شرائط وضوابط ہیں جن کو اس موقع پر بالکل نظرانداز کیا گیا

(۱) بارہمولہ میں جو فتوی تھوپا گیا اس کا تعلق فریقین (دو جماعتوں) سے تھا، ایک جماعت سے لاتعلقی کی گئی ان کو کسی اعتبار سے کوئی موقع نہیں دیا گیا، کیا یہ اصول افتاء کی پامالی نہیں ہے کہ مفتی وقاضی ایک گروہ کی باتیں سنکر ان کا مکمل حمایتی بنکر یکطرفہ فیصلہ سنادے؟

جس وقت سوال پوچھنے والے اور مفتی کا فریقین میں سے کسی ایک ہی فریق کی طرف رجحان ہی نہیں بلکہ عملی طور پر ان کے کاموں میں شریک ہو تو کیا اس مفتی کے اس فتوے کا کوئی اعتبار رہتا ہے؟

تعجب کی بات ہے کہ مستفتی اپنا استفتا کسی شرعی بورڈ میں لے کر جاتا ہے لیکن یہاں لاٹھی بھی نہ ٹوٹے اور سانپ بھی مرے والا معاملہ کر کے ایک مسجد کو دارالافتا والقضا بنایا گیا اور کشمیر کے ۲۲۰۰ علما کرام کا خود سے مستفتین کے ٹھکانے پے جانا اور ان کا کھانا وغیرہ استعمال کرنا بارہمولہ والے فتوی کو بے اعتبار اور بے بنیاد بنادیتا ہے۔

(۲) لوگ ممبروں پر قاضی شریح اور حضرت علیؓ کی زرہ کا واقعہ تو بیان کرتے ہیں لیکن عملی طور پر اس کو پامال کرتے ہیں، حضرت علیؓ اور ایک یہودی کو ایک زرہ کے بارے میں نزاع ہوگیا حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ میری ہے اور یہودی انکاری ہے مسئلہ کی شکل قضا کی بن گئی مقدمہ قاضی شریحؒ کے پاس پہونچا، دونوں مدعی اور مدعا علیہ بن کر مساوات کے ساتھ عدالت میں گئے۔ حضرت شریح نے موافق قاعدہ شریعت کے پوچھنا شروع کیا۔ یہ نہیں کہ امیر المؤمنینؓ کے آنے سے ہلچل پڑ جائے (یہاں تو ایک شخص کی بزرگی کی وجہ سے لوگ کچھ بھی کرنے کو تیار ہے چاہیے امر منصوص (دعوت و تبلیغ) کی پامالی ہو یا امر منصوص کو بند کرنا پڑے سب کچھ برداشت لیکن بزرگ کی بزرگی کو ٹھیس نہ پہونچے قربان جائیں حضرت مفتی مظفر حسین قاسمی پر جنھوں نے ایک مرتبہ فرمایا کہ محترم پرویز صاحب بزرگ انسان ہیں ہم ان سے دعا تو کرائیں گے لیکن ان کو مسئلہ ہم سے پوچھنا پڑے گا)غرض نہایت اطمینان سے اس یہودی سے پوچھا کہ کیا زرہ حضرت علیؓ کی ہے؟ اس نے انکار کیا اس کے بعد حضرت علیؓ سے کہا کہ گواہ لائیے ۔حضرت علیؓ نے دو گواہ لائے ایک امام حسنؓ جو آپ کے صاحبزادے تھے اور ایک اپنا آزاد کردہ غلام جن کا نام قنبر تھا حضرت شریحؒ بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں جائز نہیں سمجھتے تھے امام حسن کی گواہی نہیں مانی فرمایا حضرت حسنؓ کے بجائے کوئی اور گواہ لائے حضرت علیؓ نے کہا کہ اور تو گواہ کوئی نہیں ہے آخر حضرت شریحؒ نے حضرت علیؓ کا دعوی خارج کردیا اور یہودی کے حق میں فیصلہ سنادیا گیا یہودی نے باہر آکر دیکھا کہ ان پر تو ذرا بھی ناگواری کا اثر ظاہر نہ ہوا باوجودیکہ آپ اسد اللہ ہیں (اللہ کے شیر) برسر حکومت ہیں تو کس چیز نے ان کو برہم نہیں کیا، غور کر کے کہا کہ حقیقت میں اب مجھے معلوم ہوا کہ آپ کا مذہب بالکل سچا ہے یہ اثر اسی کا ہے لیجئے یہ زرہ آپ ہی کی ہے اور میں مسلمان ہوتا ہوں اور کلمہ شہادۃ کہتا ہوں۔ (ملخص از: اشرف الجواب)

(۳) مسئلہ نزاع میں مشہور تھا اس طرح کے مسائل کے سلسلے میں اصول افتاء کی کتابوں میں ایک اصول لکھا گیا ہے کہ مفتی خصومات میں نہ پڑے کہ مفتی کے سامنے اگر کوئی ایسا مسئلہ آئے جس کا تعلق قضا سے ہو یا اس کے بارے میں فریقین کے درمیان نزاع مشہور ہو یا اس فتوی کو غلط رخ دے کر اسلامی تعلیمات کو موضوع بحث بنانے کا اندیشہ ہو تو مفتی کو چاہیے کہ لطائف الحیل کے ذریعہ اپنا دامن اس طرح کے مسائل میں الجھنے سے بچالے۔ (فتاوی نویسی کے رہنما اصول ص ۱۲۰)

(۴) اس تحریر کے ابتدا میں لکھا گیا ہے کہ دعوت وتبلیغ کے متعدد افراد کی طرف سے یہ سوالات پوچھے گئے ہیں۔ جن متعدد افراد کو اشکالات تھے ان سب کو بلا کر الگ سے کسی کمرہ میں ان کے اشکالات کو دور کیا جاتا بجائے اس کے لاکھوں کی تعداد لوگوں میں سنا کر انتشار کا باعث بنایا گیا۔ کیا اس طرح کا رویہ فتوی دینے میں درست ہے؟

(۵) ایک اصول افتاء یہ ہے کہ جب فتنہ کا اندیشہ ہو تو زبانی جواب پر اکتفاء کرے یعنی اگر مفتی کو معلوم ہو جائے کہ استفتاء کا جواب سائل کی غرض کے موافق نہیں ہے، اور وہ اسے کسی حالت میں تسلیم نہیں کرے گا، یا اس کے علاوہ کسی اور وجہ کی بنا پر وہ یہ سمجھے کہ فتوی کی تحریر فتنہ انگیزی کا باعث ہوسکتی ہے تو اسے چاہیے کہ مستفتی سے صرف زبانی گفتگو پر اکتفاء کرے، اور تحریر نہ لکھے، اس اصول کی روشنی میں مفتی صاحب کو متعدد دعوت وتبلیغ کے لوگوں کو زبانی جواب دیکر خاموشی اختیار کرنی تھی لیکن تحریر لکھکر فتنہ انگیزی کا باعث بنکر کر اصول افتاء کو پامال کیا گیا (فتوی نویسی کے رہنما اصول ص ۱۱۷)

(۶) ایسے امور یا ایسے مسائل جن سے مستفتی ناجائز فائدہ اٹھا سکتا ہے یا دوسروں کو نقصان پہونچا سکتا ہے یا ان امور کا تعلق دو فریق سے ہے اور سائل اپنی غرض فاسد کے لئے مفتی سے فتوی طلب کرتا ہے، تو ایسے امور میں مفتی کے لئے صرف سائل کے بیان پر فتوی لکھنا مناسب نہیں ہے بلکہ حسب گنجائش معلومات فراہم کرنا یا دو فریق کا معاملہ ہو تو دونوں فریق کو بلا کر معاملہ کی تحقیق کر کے جواب دینا مستحسن ہے۔ اگر مفتی بغیر دور اندیشی کے ایسے امور میں فتوی لکھ دیتا ہے اور اس فتوی کے ذریعہ سے ناجائز فائدہ اٹھایا جائے یا کسی کی حق تلفی کی جائے تو خود مفتی کا بھی اس گناہ میں مبتلا ہو جانے کا خطرہ ہے اس لئے مفتی کا دور اندیش اور مدبر ہونا بھی ضروری ہے۔ علامہ شامی وضاحت کے ساتھ لکھتے ہیں کہ **فاذا اخذ الفتوی قهر خصمه ووصل الی غرضه الفاسد فلا يحل للمفتی ان يعينه علی ضلاله وقالوا من جهل باهل زمانه فهو جاهل ويسأل عن امر شرعی وتدل القرائن للمفتی المتيقظ ان مراده التوصل الی غرض فاسد كما شهدنا كثرا (شامی كتاب القضاء ۸/ ۳۰. ۳۱)**

ترجمہ: پس جب سائل فتوی حاصل کرے گا تو اپنے فریق پر غلبہ حاصل کرلے گا اور اس کے ذریعہ سے اپنی غرض فاسد تک پہنچ جائے گا اس لئے مفتی کے لئے سائل کی گمراہی پر تعاون کرنا جائز نہیں ہے اور فقہاء نے کہا کہ جو اہل زمانہ کے حالات سے واقف نہیں ہے وہ جاہل ہے او رکوئی امر شرعی سے متعلق سوال کرے تو دور اندیش مفتی کو قرائن سے اس کی مراد کا پتہ لگ جاتا ہے اس کی مراد غرض فاسد کو حاصل کرنا ہے جیسا کہ ہم نے اس کا بہت زیادہ مشاہدہ کرلیا ہے۔ (فتاوی قاسمیہ ۱/۱۳۴)

(۷) بظاہر ایسا لگتا ہے کہ انہوں نے یہ تحریر اس لئے مرتب کی ہو، اس کا اہتمام اس لئے کیا ہو کہ کہیں ہم اللہ کے یہاں پکڑے نہ جائیں کہ ہم ایک چیز کو ناحق سمجھتے ہیں اور پھر بھی امت کو باخبر نہ کریں اس اعتبار سے اس کو اپنا فرض منصبی سمجھتے ہوں۔ ہماری طرف سے ان کو گذارش ہے کہ کیا آپ حضرات کو دارالعلوم دیوبند پر اعتماد نہیں ہے اگر پوری امت کی طرف سے اس فریضہ کو دارالعلوم دیوبند نے ادا کیا تھا شرعا آپ حضرات کے لئے اس مسئلہ کو پھر سے اچھالنے کی کوئی ضرورت نہ تھی پھر بھی اچھالنا یہ کسی اور چیز کی طرف غمازی کرتا ہے۔

(۸) نکیر کرنے میں جو طریقہ اختیار کیا گیا یہ کسی بھی اعتبار سے مناسب نہیں ہے نہی عن المنکر کے اپنے اصول ہیں جن کی بالکل رعایت نہیں کی گئی۔

(۹) تحریر میں رجوع کے سلسلے میں بالکل بددیانتی اور خیانت سے کام لیا گیا کہ رجوع میں تفصیل ہے جس سے تحریر میں صرف نظر کیا گیا پہلا رجوع نامہ میں مولانا سعد صاحب نے اپنے بیانات کے مراجع بھیجنے کی بات کی تھی جو دارالعلوم والوں کو اچھا نہیں لگا اس کے بعد دارالعلوم کے منشا کے مطابق دوسرا رجوع نامہ بھیجا گیا جس کو بتحریر مفتی ابوالقاسم صاحب کے اکابر اساتذۂ کرام اور مفتیان کے سامنے پڑھا گیا اور تمام حضرت نے اطمینان کا اظہار کیا فی الحال اس کی رسید خود مفتی ابوالقاسم صاحب نے اپنے ہاتھ سے تحریر کی اور ان کے حوالہ اس وعدہ کے ساتھ ارسال فرمائی کہ جلد ہی اس اطمینان کی تفصیلی تحریر ارسال کی جائے گی۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ دارالعلوم نے اب تک معاملہ کو لٹکا کے رکھا جواب تک انتشار کا باعث بنا ہوا ہے جس پر بعد میں کچھ اکابر اساتذۂ کرام نے اعتراض بھی کیا کہ اس کا جواب ارسال کیوں نہیں کیا جا رہا ہے؟ بہر حال یہ اندرونی معاملہ ہے جس کو زیادہ کھولنا مناسب نہیں ہے۔ اس کے بعد مولانا سعد صاحب نے دارالعلوم کی طرف سے جواب دینے میں جب تاخیر محسوس کی تو انہوں نے ایک اور رجوع نامہ ارسال کیا پھر بھی کوئی اثر نہیں دیکھا تو ایک صفحہ کا بلا توجیہ و تاویل چوتھا رجوع نامہ ارسال کیا۔ رجوع ناموں کی تفصیل نہ بتانا خیانت ہے کیا خیانت کے ہوتے ہوئے بھی بارہ مولہ والی تحریر کا اعتبار رہتا ہے؟

(۱۰) جب ایک شخص اپنی غلطی کا اعتراف کرتا ہے کئی مرتبہ کر چکا ہے پھر بھی تسلیم نہ کرنا یہ کہاں کا انصاف ہے اور اس کو لیکر امت میں انتشار پھیلانا اور علماء کی توہین، مساجد کی بے حرمتی، لڑائی جھگڑوں اور فساد کا باعث ہماری اس تحریر کے اعتبار سے آپ حضرات بن رہے ہیں۔

اور تعاونوا علی الاثم کے مرتکب آپ حضرات بن رہے ہیں۔

نیز مذکورہ بالا دس چیزوں کے اعتبار سے آپ حضرات کا بارہ مولہ میں دیا ہوا فتوی کسی بھی اعتبار سے قابل قبول نہیں اور نہ لائق عمل ہے بلکہ جن ارباب افتاء وفتوی نے وہاں شرکت کی ان کے دارالافتاء والقضاء اور فتاوی مشکوک ہوں گے اور جنہوں نے اس تحریر پر دستخط کیا ہے وہ مفتیان بھی اب قابل اعتبار نہیں رہے۔ اصول افتاء کی پامالی کو دیکھتے ہوئے بھی نکیر نہ کر کے مداہنت کے مرتکب ہوئے۔

اعاذنا الله من شرهم وضلالهم آمين

اب آخر میں دارالعلوم رحیمیہ بانڈی پورہ کے ناظم اعلی حضرت مولانا رحمت اللہ میر صاحب سے ادبا گذارش ہے کہ آپ اپنی پالسی پر نظر ثانی کریں آپ کی پالسی امت کے لئے خصوصا وادی کشمیر کے لئے بالکل نفع بخش نہیں ہے کشمیر کے علماء پہلے سے ہی آپسمیں ٹوٹے ہوئے ہیں ہم چھوٹے لوگوں کے درمیان جب اپنے بڑوں کا تزکرہ آتا ہے تو افسوس کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا ہے۔ علماء کشمیر کی وحدت کو آپ نے ہمیشہ توڑ کے رکھ دیا خواہ وہ وفاق المدارس الاسلامیہ کی شکل میں ہو یا مجلس فقہی ہو یا دعوت وتبلیغ ہو سب کے ماسٹر مائنڈ آپ ہیں جو ظاہر میں دکھتا نہیں ہے۔ ہم ہاتھ جوڑ کر آپ سے عرض کرتے ہیں کہ اب اور آگ لگانے کا کام نہ کریں۔ علماء کے درمیان اختلاف رہا ہے اور رہے گا وہ نبھانا بھی جانتے ہیں مگر دعوت وتبلیغ میں غیر علماء کی اکثریت ہے یہ اختلاف کے نبھانے کو نہیں جانتے ۲۰۱۶ء سے تبلیغ کا اختلاف چل رہا ہے اب یہ کچھ تھمنے لگا تھا اب محترم پرویز صاحب بھی یہ کہہ رہے تھے کہ اختلاف نہ کرو کام کرو اور شوری کے ساتھیوں کی زبانوں سے سنا گیا تھا کہ اصل کام ہے مگر آپ پھر سے اس اختلاف کو لیکر آئے اس کا کیا مقصد ہے وہ جاننے والے جانتے ہیں جس کا افشا اس تحریر میں مناسب نہیں۔

بس اب بس کریں خدا کے واسطے۔اس سے بڑھکر کشمیر کے دیگر علماء اور مفتیان پر تعجب ہو رہا ہے جو مفت میں استعمال ہو رہے ہیں۔شوری کے جو کام کرنے والے اور سنجدیدہ لوگ ہیں واللہ وہ بھی اس موجودہ انتشار اور افتراق سے خوش نہیں۔

یکے از مفتیان کشمیر